رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے رجسٹرڈ ایل ۲۲۹۶

فاروق

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

جلد (۱۴) قادیان مورخہ ۲۱ رجون سنہ ۱۹۲۹ء مطابق ۱۲ رمحرم سنہ ۱۳۴۸ء نمبر (۱۱)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فاروق کا مسیح موعود نمبر

الحمد للہ کہ احباب نے اس نمبر کا نکالنا بہت پسند کیا ہے۔ اور حوصلہ افزاء خطوط خاکسار ایڈیٹر فاروق کو اس کے متعلق آرہے ہیں۔ انشاء اللہ دیگر احباب بھی جلد توجہ فرما کر اس نمبر کی دس ہزار اشاعت پوری کرنیکی کوشش فرما کر ثواب حاصل کرینگے۔

ممکن ہے۔ کہ معزز ہمعصر الفضل بھی اس کی تحریک کو ناظرین الفضل تک پہنچانے میں دریغ نہ کرینگے۔ کیونکہ یہ سلسلہ کی خدمت ہے۔ بعض احباب نے لکھا ہے۔ کہ الفضل میں بھی اس تحریک کو شائع کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ معزز ہمعصر خود ہی اس کو محسوس کرینگے۔ اور اپنے ناچیز ہمعصر فاروق کی اس بارے میں ہر طرح امداد فرما دینگے۔ اس لئے خاص طور پر ان سے میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اس تحریک کو الفضل میں جگہ دیں۔

(ایڈیٹر)

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ بخیریت تمام سرینگر پہنچ گئے۔ احباب حضور کی مع الخیر واپسی کی دعا فرمادیں۔

(۲) معائنہ دفاتر کے لئے تین احباب پر مشتمل جو کمیشن حضرت صاحب نے مجلس مشاورت پر مقرر فرمایا تھا۔ وہ سرسری معلومات بہم پہنچانے کیلئے تعطیلات محرم میں دفاتر کو دیکھتا رہا۔ آیندہ دوسری بار ماہ اکتوبر میں آکر مکمل معائنہ کرکے رپورٹ کریگا۔

(۳) امسال ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں خدا کے فضل سے میرا بچہ مشتاق احمد سلمہ اللہ سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوا۔ آیندہ بی۔ ایس۔ سی میں داخل ہوگا۔ احباب اس کی صحت وکامیابی و درازی عمر کیلئے دعا کریں۔ غلام مرتضےٰ غلام احمد۔ شریف احمد احمدی بچے بھی پاس ہوگئے۔ احمد دین انگریزی کمپارٹمنٹ میں آیا ہے۔ اسکی کامیابی کی دعا کریں۔

(۴) بی۔ اے کے امتحان میں ہمارے جوان ہمت قابل نشکر

خاتم النبیین

(از خانصاحب ذوالفقار علی خاں گوہر رامپوری مدظلہ العالی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مشرق خورشید حکمت بن گیا غار حرا
نور حق چمکا ہوئی پھر وحی حق کی ابتدا

بعد موسیٰ کے پھر ہوا ناموس اکبر کا نزول
یعنی جبریل امیں پھر لائے پیغام خدا

لفظ اقرا تھا کلید باب رحمت بے گماں
چشمۂ نور ہدایت وحی قرآں سے بہا

خلعت ختم نبوت لے کے آئے دہر میں
رحمۃ للعلمین یعنی محمدؐ مصطفیٰ

تاک رکھا تھا مشیت نے ازل سے آپ کو
تھا مقدر دین آخر لائیں ختم الانبیا

دور انعام اتم آغاز کرنے کے لئے
آپ کو اللہ نے مخلوق عالم سے چنا

ہے رسالت آپ کی سارے جہاں کیواسطے
اس لئے حاشر بتایا ماحی و عاقب کیا

تربیت سے آپ کی اور آپ کی تعلیم سے
مٹ رہا ہے اور مٹ جائیگا جھگڑا کفر کا

آپ کے قدموں میں دنیا گر رہی ہے رات دن
رہنے والی ہے شریعت آپ کی تا انتہا

خاتم و عاقب کے معنی ہیں یہی اے دوستو
بند کرتے ہو عبث تم وحی حق کا راستا

ہو رہی ہے اس زمانہ میں ترقی علوم
ہے خزانہ جوہر و اسرار پنہاں کا کھلا

اب چھپائے سے کوئی چھپتے ہیں کذب و صدق دین
ہے حقیقت میں جو اچھا ہو نہیں سکتا برا

جوہر صدق محمدؐ ہو رہے ہیں سب عیاں
اس سے بہتر کوئی دنیا کا نہیں ہے رہنما

وہ ہے ممدوح زمانہ وہ ہے منظور جہاں
کثرت حمد و ثنا نے اس کو احمدؐ کر دیا

اس کے دم سے توبہ و رحمت کے دروازے کھلے
وہ نبیٔ توبہ و رحمت بنا ہر قوم کا

سنگ آخر تھا وہی قصر نبوت کے لئے
ہے شریعت اس کی آخر وہ ہے ختم الانبیا

قصر و دین دونوں محافظ ہوتے ہیں انسان کے
یاں نبوت سے ہے تشریعی نبوت مدعا

بات کیا سیدھی ہے اور تشبیہ کتنی صاف ہے
حیف ان پر ہے نہ سمجھے جو حدیث مصطفیٰؐ

کہکے قائد (المرسلین) آپنے خاتم کے معنی کر دیئے
پھر کہا محشر میں ہوں گا میں امام الانبیا

اس سے یہ مطلب نہیں وحی نبوت بند ہے
باب انذار و بشارت ہے قیامت تک کھلا

قائد و عاقب کہو تم یا کہو ختم الرسل
یا مقفّٰی یا امام الانبیا و اتقیاء

مدعا سب کا ہے یہ اکمل ہیں اور افضل ہیں آپؐ
دین بھی دنیا کے دینوں سے ہے افضل آپؐ کا

آپ کی امت پہ کیوں وحی نبوت بند ہو
جب کہ اس انعام کا اللہ نے وعدہ کیا

[illegible] ہیں جو نبیوں کی آمد، حیف ہے
امت خیر الرسل میں بند ہو یہ سلسلا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاروق

قادیان دار الامان مورخہ ۲۱ جون ۱۹۲۹ء

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا مکتوب گرامی
اور
داعیان مباہلہ کی دعوت مباہلہ کا جواب

اخبار "مباہلہ" میں بچہ مستری جو گمنام خطوط "مکتوبات شملہ" کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ ان کا جواب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے لکھا تھا۔ اس کو ان لوگوں نے آج تک اپنی پردہ دری کے خوف سے مخفی رکھا ہے۔ اور اس کے متعلق صرف اتنا ظاہر کیا ہے۔ کہ "میاں صاحب نے ایک خط ارسال فرمایا ہے۔ جس میں آپ نے مباہلہ سے انکار فرمایا" اس لئے میں ناظرین فاروق اور دیگر طالبان حق کی آگاہی کے واسطے آج اس نامہ گرامی کو شائع کرتا ہوں۔ جس سے سعید روحوں کو مستریوں کے مباہلہ کی حقیقت معلوم ہو کر انشاء اللہ بہت ہدایت حاصل ہو گی۔ یہ خط بابو عبد الحمید صاحب شملوی ہمزلف مستری عبد الکریم کے ان خطوط کا جواب ہے۔ جو انہوں نے مستریوں کی باتوں سے متاثر ہو کر حضرت صاحب کو لکھے تھے۔ اور حضرت صاحب کا جواب پڑھ کر وہ تائب ہو کر بیعت میں داخل ہوئے۔ اور مستریوں پر لعنت بھیجی۔ (ایڈیٹر)

"میاں عبد الحمید صاحب"

"السلام علیکم۔ آپ کے دو خطوط شملہ میں اور دو قادیان میں ملے۔ میں شملہ ہی میں جواب لکھ دیتا۔ لیکن وہاں کے تمام وہ شخص جو میرے پاس آتے تھے جانتے ہیں۔ کہ وہاں مجھے کس قدر کم فرصت رہی ہے یہاں آکر بھی کام کی زیادتی کے علاوہ صحت کی خرابی موجب التوا رہی۔

مجھے افسوس ہے۔ کہ آپ نے صبر سے کام نہیں لیا۔ اور وہ طریق اختیار کیا ہے۔ جسے گو آج جوش میں صحیح سمجھتے ہوں۔ لیکن ایک دن اس پر آپ کو افسوس ہو گا۔ خدا کرے کہ وہ افسوس اس وقت پیدا ہو۔ جبکہ افسوس نفع بخش ہو سکے۔

سب سے پہلی غلطی آپ نے یہ کی ہے۔ کہ میرے خطبہ جمعہ کو بالکل غلط سمجھا۔ میں نے خطبہ جمعہ میں یہ نہیں کہا تھا۔ کہ خط لکھنے والا ان شبہات میں مبتلا ہے بلکہ یہ کہا تھا۔ کہ ایک صاحب نے لکھا ہے۔ اور بعض لوگوں کی نسبت بتایا ہے۔ کہ وہ ایسا ایسا کہتے ہیں۔ ان لوگوں کی غلطی ہے۔ آپ نے بلاوجہ اس خطبہ کا مخاطب اپنے آپ کو بنا لیا۔ حالانکہ اس وقت تک میرا یہ خیال نہ تھا۔ کہ آپ خود ان خیالات میں مبتلا ہیں۔ میرا یہ بھی منشا تھا۔ کہ میں خطبہ میں ان امور کے متعلق بیان کروں۔ لیکن چونکہ بعض دوسرے لوگ برآمدہ میں بیٹھے تھے۔ میں نے تفصیل میں پڑنا پسند نہ کیا۔ اور آپ نے خدا تعالیٰ کی کسی مصلحت کے ماتحت جسے وہی خوب سمجھتا ہے۔ اس خطبہ کو اپنی نسبت قرار دیکر جوش میں آکر اپنے آپ کو مدمقابل بنا لیا۔

آپ نے لکھا ہے۔ کہ ایک جماعت اب تیار ہو گئی ہے۔ جو قادیان میں بھی اور باہر بھی میرا مقابلہ کریگی اور بیان کیا ہے۔ کہ وہ لوگ جان پر کھیلنے کیلئے بھی تیار ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے ہر ایک آنیوالے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ لیکن اگر اس کی راہ میں مجھے کوئی مشکل پیش آئے۔ تو میں اُسے اپنے لئے ایک انعام سمجھتا ہوں۔ اور اس کی راہ میں تکالیف کو بھی عین راحت یقین کرتا ہوں۔

میں نے کبھی خواہش نہیں کی۔ کہ لوگ میری بیعت کریں۔ سینکڑوں ہیں جو خلافت سے پہلے بھی میرے واقف تھے۔ اور رات دن میرے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک شخص قسم کھا کر بتا سکتا ہے۔ کہ میں خلافت کا خواہشمند نہ تھا۔ بلکہ اس کو بوجھ سمجھتا تھا۔ اگر سب لوگ مجھ سے بدظن ہو کر مجھے چھوڑ دیں۔ تو اس کی مجھے پرواہ نہیں۔ میں بندوں کا بندہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کا بندہ ہوں۔

میں اکیلا تھا۔ کم عمر تھا۔ کم علم تھا۔ کم تجربہ تھا پھر خدا تعالیٰ لاکھوں کو بغیر میری خواہش کے کھینچ لایا۔ اور ان کو میرا غلام بنا دیا۔ نہ وہ میرے زور سے آئے نہ میں اپنے زور سے کسی ایک شخص کو بھی اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں۔ مجھے آج تک اپنے اندر کوئی ہنر نظر نہیں آیا۔ جس کی بناء پر میں کہہ سکوں۔ کہ ایک شخص بھی میری وجہ سے مجھ سے محبت کرتا ہے یہ سب کچھ صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے ہے۔

اور وہ جسے چاہے دے۔ اور جس سے چاہے لیلے۔ اور جب چاہے دے اور جب چاہے لیلے نہ لوگوں کے رہنے پر مجھے فخر ہے۔ اور نہ ان کے علیحدہ ہونے سے مجھے کوئی شکایت ہو سکتی ہے۔ جو کام خدا تعالیٰ نے مجھ سے لینا ہے وہ لے گا اور ضرور لے گا۔ اگر وہ خلوت کے کمرہ میں لینا چاہتا ہے۔ تو اس کی مرضی سب خیر (چیز) پر مقدم ہے۔ اور اگر وہ مجلس احباب میں لینا چاہتا ہے۔ تو اس حکمت پر مجھے اعتراض نہیں ہو سکتا۔

یہ سوال کہ بعض لوگ مجھ پر گندے اتہام لگاتے ہیں۔ اگر میں مباہلہ پر تیار ہوں۔ تو آپ مجھے ان کے نام بتا سکتے ہیں۔ یہ ایسا امر تھا۔ کہ اگر بعض دوسرے دوستوں کی معرفت مجھے اس کی تفصیل معلوم نہ ہوتی۔ تو میں سمجھ نہیں سکتا تھا۔ کہ اس سوال کا کیا جواب دوں۔ شریعت نے مختلف امور کیلئے مختلف ذرائع فیصلہ کے مقرر کئے ہیں۔ ان سے باہر جا کر انسان اپنا جوش خواہ نکال لے یا دنیا کے سامنے سرخرو ہو جائے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی نظر میں اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ پس بغیر تفصیل کے جواب ایسے امور کا دیا جانا بالکل ناممکن ہوتا ہے اوّل آپ کا یہ مطالبہ کہ میں اگر مباہلہ کے لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیار ہوں۔ تب آپ نام بتا سکتے ہیں۔ درست نہیں۔ آپ کم سے کم میری بیعت میں شامل تھے اور آپ کے لئے پہلا حکم شریعت کا یہ تھا۔ کہ و اذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ (نساء ع ۱۱)۔

پس آپ کا یہ حق ہی نہ تھا۔ کہ آپ اسے پھیلاتے۔ آپ کا پہلا فرض یہ تھا۔ کہ اسے قرآن کریم کے صریح حکم کے مطابق اسے میرے پاس لاتے۔ آگے اس کے تصفیہ کی صورت کا فیصلہ اسلام نے میرے ہاتھ میں رکھا ہے نہ کہ آپ کے ہاتھ میں۔ اگر یہ سلسلہ سچا ہے۔ اور اگر خلافت حق ہے۔ تو پھر لازماً خدا تعالیٰ اس کا نگران ہے آپ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ خلیفہ کا اپنا معاملہ تھا اپنا معاملہ ہو یا غیر کا خدا تعالیٰ نے آخری فیصلہ خلیفہ کے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اگر وہ جماعت کو تباہی میں ڈالیگا۔ تو اللہ تعالیٰ خود اس کا نگران ہے۔ کیا اسے اپنے سلسلہ کی اس قدر بھی فکر نہ ہوگی۔ جس قدر کہ آپ کو یا اور کسی کو ہے۔ پس آپ کو چاہیئے تھا۔ کہ شریعت کے حکم کے مطابق بجائے اس کے کہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لیتے اور شرطیں مقرر کرتے کل معاملہ کو خلیفہ کے سامنے رکھتے۔ پہلے ہی مقابل پر کھڑے ہو جانا اور پھر جواب طلب کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ اگر میرے سامنے معاملہ کو رکھنے کے بعد آپ کے نزدیک خلاف اسلام فیصلہ ہوتا۔ تو پھر آپ کے لئے دروازے کھلے تھے۔ یا تو آپ یہ سمجھ لیتے۔ کہ گو غلطی ہے۔ لیکن ایسی نہیں کہ میری بیعت پر حرف آتا ہو۔ یا پھر اگر آپ اس غلطی کو ایسا سمجھتے۔ کہ اس کے باوجود بیعت نہیں ہو سکتی۔ تو آپ بیعت کے فسخ کرنے کا اعلان کر دیتے اور اللہ تعالیٰ پر معاملہ کو چھوڑ دیتے کہ وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

لیکن آپ نے جو طریق اختیار کیا۔ وہ کسی صورت میں آپ کے لئے جائز نہ تھا۔ آپ نے ایک طریق فیصلہ خود ہی مقرر کیا۔ اور پھر خود ہی خلیفہ کو دعوت دی۔ کہ اگر وہ اس طریق فیصلہ کو منظور کرے۔ تو پھر آپ اُسے ان الزاموں کا پتہ دینگے۔ جو اس پر لگائے جاتے ہیں۔ یہ سلوک تو خلیفہ تو الگ رہا۔ ایک معمولی آدمی سے بھی کرنا درست نہیں۔ اگر آپ کے اس طریق کو درست تسلیم کیا جائے تو خلافت اور نظام تو بالکل بے معنی ہو جاتے ہیں۔

اب میں بتاتا ہوں۔ کہ عقلاً آپ کو پہلے یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ الزام لگانے والے کن اخلاق کے آدمی ہیں۔ کسی آدمی کا کوئی ایک دعویٰ نہیں دیکھا جاتا۔ بلکہ اس کی عام اخلاقی اور دماغی حالت دیکھی جاتی ہے۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی پر الزام لگانے والے کے متعلق بھی ہمارا پہلا فرض یہ ہوتا ہے۔ کہ دیکھیں۔ کہ آیا وہ گواہ عادل ہیں یا نہیں اگر وہ راستباز نہ ہوں۔ یا ان کی دماغی کیفیت قابل تسلی نہ ہو۔ تو ان کی گواہی کسی صورت میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ کیا کوئی دیانت داری سے یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ جو مجھ پر اعتراض کرنیوالے ہیں۔ اپنی اخلاقی حالت یا دماغی حالت میں قابل تسلی ہیں۔ کیا اسلام کا درد۔ شریعت کی پابندی راستبازی کا وہ اعلیٰ معیار جو شہادت کے لئے ضروری ہے ان میں پایا جاتا ہے۔ کیا ان کے بیانات مختلف لوگوں کے پاس مختلف نہیں ہیں کیا وہ خود اپنے کئی جھوٹوں کے معترف نہیں ہیں کیا ان کے دوست اور واقف ان کی نسبت یہ شہادت نہیں دیتے۔ کہ انہیں جھوٹ بولنے سے عار نہیں ہے۔ کیا وہ اپنی نسبت خود دلیری سے کئی قسم کے عیوب بیان نہیں کرتے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو جو شخص اپنے جرموں کو علی الاعلان بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔ اس کے دوسرے پر الزام لگانے کو کون عقلمند تسلیم کریگا۔ اس کا اپنے جرم کا اقرار کر لینا یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ وہ بڑا نیک ہے کیونکہ شریعت تو گناہ کو ظاہر کرنے سے روکتی ہے۔ جب تک قاضی کے سامنے شہادت کے موقعہ پر اس کا بیان کرنا از روئے شریعت ضروری نہ ہو۔ پس جو شخص بلاوجہ اپنی نسبت بدکاریاں اور عیوب منسوب کرتا ہے۔ اس کو شریعت قطعاً عادل ہی قرار نہیں دیتی اور ایسے تو ہزار گواہوں کی گواہی کو وہ کچھ حقیقت نہیں سمجھتی۔ کجا یہ کہ ایک یا دو گواہ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اس بارے میں ثابت ہے۔ آپ کے پاس ایک شخص نے بیان کیا۔ کہ فلاں شخص کا بیٹا میرے بھائی کا ہے۔ کیونکہ میرے بھائی نے کہا تھا کہ وہ لڑکا اصل میں میرا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ جواب نہیں دیا۔ کہ آؤ قسمیں دیں۔ بلکہ فرمایا۔ الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ یعنی بیٹا تو اسی کو ملیگا جس کی بیوی کہلاتی تھی۔ اور جو اپنے زنا کا اقرار کرتا ہے اسے تو ہم سنگسار کرینگے۔ یہ فیصلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آپ نے اس اقرار جرم کرنیوالے کی تعریف نہیں کی۔ بلکہ اس کی مذمت فرمائی۔ اور فرمایا۔ اس کے اقرار کا اثر خود اس پر پڑے گا نہ دوسرے پر۔

اب رہا سوال مباہلہ کا۔ سو اوّل تو یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ ایک مبائع خلیفہ کو کہے۔ کہ اس بات میں مباہلہ کرو۔ مباہلہ تو اشد ترین دشمنوں سے ہوتا ہے۔ نہ کہ مبائعین سے۔ اور مباہلہ کا مطالبہ ایک اشد ترین دشمن کر سکتا ہے نہ کہ مبائع۔ تعجب ہے۔ کہ ایک طرف آپ بیعت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دوسری طرف مباہلہ کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اپنی آئندہ اطاعت کو اسی پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ یہ دونو باتیں ایک وقت میں جمع کیونکر ہو سکتی ہیں۔ لیکن اگر جمع ہو بھی سکیں۔ تو یاد رکھیں کہ مباہلہ صرف انہی امور کے متعلق ہو سکتا ہے۔ جو اصولی ہوں۔ اور جن کے متعلق شریعت نے کوئی اور طریق فیصلہ کا نہ بتایا ہو۔ جو امور کہ معاملات سے تعلق رکھتے ہوں۔ ان میں مباہلہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا مباہلہ شریعت کے بالکل برخلاف ہوگا۔

عقل بھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ الزام لگانے والے کے مقابلہ میں انسان مباہلہ کرے۔ کیا کوئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی شریف جسے ذرا بھی عزت اللہ تعالےٰ نے دی ہو یہ پسند کریگا۔ کہ وہ ایسے امور میں مباہلہ کرے۔ اس طرح کئی شریر النفس لوگ ہر روز اٹھ کر لوگوں پر الزام دینگے۔ اور جب انہیں ملامت کی جائے۔ تو کہدینگے۔ کہ ملامت اور غصہ کی بات نہیں۔ مباہلہ کر لو۔ اگر کسی شریف انسان سے ایک بدمعاش جاکر یہ کہہ دے۔ کہ اس کی بیوی سے اس نے زنا کیا ہے۔ تو وہ آدمی اس پر ناراض ہوگا یا اپنی بیوی سے جاکر کہیگا۔ کہ اس نیک بخت سے کھڑی ہو کر مباہلہ کر۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا۔ کہ سب دنیا میں سے ایک بھی شریف آدمی ایسا ملیگا۔ جو ایسے موقعہ پر اس الزام لگانے والے سفلہ اور کمینہ انسان پر اظہار خفگی کی بجائے اسے بڑے اطمینان سے اپنی بیوی کے پاس لے جائیگا۔ اور جاکر اس سے یہ مطالبہ کریگا کہ تو اس سے مباہلہ کر۔ اس راستہ کو کھول کر دیکھو کہ دنیا میں کسی شخص کی بھی عزت محفوظ نہیں رہتی۔ دنیا میں ایسے بے حیا ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی مل سکتے ہیں۔ جو کسی بغض یا غصہ کی وجہ سے یا دوسروں کے کہلانے پر صرف ایک تشغل کے طور پر ہی اپنے ساتھ دوسرے مردوں یا عورتوں کے ملوث ہونے کا اقرار کرنے کیلئے تیار ہو جائینگے پس یہ طریق عقل کے بالکل خلاف ہے۔ اور کسی شریف انسان سے اس کا مطالبہ کرنا اس کی ہتک کرنا ہے۔ اور اس مطالبہ کے باوجود اپنے اخلاص کا اظہار ایک ایسا امر ہے۔ جسے میری عقل نہیں سمجھ سکتی اور نہ کوئی اور عقلمند انسان اسے تسلیم کر سکتا ہے۔

اس کے بعد میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ شریعت نے جو گندہ الزامات کے لئے ایک قاعدہ بنایا ہے۔ وہ کیوں بنایا ہے۔ کیوں قرآن کریم نے چار گواہوں کی اور ایک واقعہ کے متعلق چار گواہوں کی شرط لگائی ہے۔ کیوں نہیں دوسرے الزامات کی طرح دو گواہوں پر کفایت کی۔ یا کیوں مباہلہ کی طرف توجہ نہیں دلائی دو کی بجائے چار گواہوں کی شرط لگانا بتاتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس قسم کے واقعات میں جھوٹ کثرت سے بولا جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے زیادہ گواہوں کی شرط لگا دی گئی ہے۔ اور ایک ہی واقعہ کے متعلق چار کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ ایک وقت میں پانچ آدمیوں کا اکٹھا ہونا یعنی الزام لگانے والے اور چار گواہوں کا یہ ایک ایسا امر ہے۔ کہ اس کا جھوٹ آسانی سے کھولا جا سکتا ہے اور جرح میں ایسے لوگ اپنے قدم پر نہیں ٹھیر سکتے۔ کیونکہ پانچ آدمیوں کا ایک جگہ پر جانا ایک بڑا فعل ہے۔ جس کا اخفا مشکل ہوتا ہے۔ اور پانچ آدمی ملکر یہ جھوٹ کم بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے بعض کی نسبت یہ ثابت کرنا آسان ہوتا ہے۔ کہ یہ تو اس وقت فلاں جگہ بیٹھا تھا۔ پس چونکہ زنا ایک ایسا فعل ہے۔ جس کے لئے بیرونی دلائل نہیں ہوتے۔ جس طرح چوری میں پہلے کسی کے گھر سے مال کا نکلنا ضروری ہے۔ پھر کسی شخص کے پاس اس کا موجود ہونا ضروری ہے یا قتل میں کسی کا جان سے مارا جانا ضروری ہے۔ پھر دوسرے شخص کا اس جگہ موجود ہونا ضروری ہے۔ اور ایسے شواہد کسی شخص کے متعلق جمع کر دینے اگر ناممکن نہیں۔ تو مشکل ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن زنا کے لئے ایسی بیرونی علامات موجود نہیں ہوتیں۔ پس اس کا الزام لگانا آسان ہو جاتا ہے۔ اسوجہ سے شریعت نے چوری اور قتل کے لئے دو گواہوں کی گواہی کو تسلیم کیا۔ لیکن بدکاری کے الزام کے متعلق چار گواہوں کی شرط لگائی۔ اب اگر مباہلہ اس موقعہ پر درست ہے۔ تو شریعت نے اس قدر مشکل کیوں پیدا کی۔ کیوں نہ مباہلہ ہی کی اجازت دے دی۔ لیکن شریعت نے تو صرف مباہلہ کو اس موقعہ پر نظر انداز ہی نہیں کیا۔ بلکہ الزام لگانے والوں سے ہمدردی کو بھی سخت جرم قرار دیا ہے اور الزام سنتے ہی اس کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ پھر تعجب ہے۔ کہ ایک چوڑھے کو شریعت جو حق دیتی ہے۔ اس کی عزت کی جس طرح حفاظت کرتی ہے آپ کے نزدیک وہ حفاظت خلیفہ کو حاصل نہیں۔

باقی رہا یہ کہنا۔ کہ دوسرے کی نسبت الزام لگانا اور شئے ہے اور اپنی نسبت اور شئے ہے یہ درست نہیں اپنی نسبت الزام لگانا تو الزام لگانیوالوں کی دنائت اور بے شرمی پر دلالت کرتا ہے نہ کہ اس کے تقویٰ پر شریعت نے اسے کچھ بھی تو اہمیت نہیں دی۔ قرآن کریم میں اس قسم کا واقعہ موجود ہے۔ پھر اس سے سبق کیوں حاصل نہیں کرتے۔ کیا یوسف علیہ السلام پر عزیز کی بیوی نے اپنی ذات کے متعلق الزام لگایا تھا یا کسی اور شخص کے متعلق۔ پھر یوسفؑ نے کیا کیا تھا۔ کیا زلیخا کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ یا دلیل کا مطالبہ کیا تھا۔ عزیز کی بیوی کی تو ایک زبردست شخصیت تھی۔ جسے اپنی عزت کا بہت پاس ہو سکتا تھا۔ ان لوگوں کی کونسی شخصیت ہے۔ مگر دیکھو یوسف نے یہ نہیں کیا۔ کہ اس سے مباہلہ کرتا۔ نہ اس نے نہ کسی نے مباہلہ کو پیش نہیں کیا۔ بلکہ دلیل کو پیش کیا ہے شہادت کو طلب کیا ہے۔ اور قرآن نے اُن کے اس مطالبہ کو پیش نہیں کیا۔ کہ مجھ سے اس کا مباہلہ کراؤ۔ بلکہ یہ مطالبہ پیش کرتا ہے۔ کہ ما بال النسوۃ التی قطعن ایدیھن۔ ان ربی بکیدھن علیم۔ ان عورتوں سے دریافت کرو۔ جو مجھے بدنام کرنے والی تھیں۔ کیا واقع میں وہ میرے جرم کی شہادت دیتی ہیں۔ حالانکہ آپ کے اصل کے مطابق تو چاہیئے تھا۔ کہ وہ مباہلہ کا چیلنج دیتے۔ لیکن وہ سالہا سال جیلخانہ میں رہے۔ مگر انہیں وہ اصل مباہلہ کا نہ سوجھا جواب پیش کیا جاتا ہے۔ کہ بیشک پچھلی شرائع اور اسلامی شریعت میں فرق ہے۔ لیکن پچھلے واقعات جب اسلامی احکام کے مطابق ہوں۔ تو وہ ہمارے لئے معتبر ہو جاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسا ہی واقعہ ہوا ہے۔ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زنا کیا ہے۔ آپ نے اس کو بلا کر اسکی پیٹھ پر ہاتھ نہیں پھیرا۔ کہ شاباش تم نے کیا اچھا فعل کیا ہے۔ کہ اپنے جرم کا اقرار کیا ہے۔ اب لاؤ عورت کو بُلا کر اس سے اس کا مباہلہ کرائیں۔ بلکہ آپؐ نے غصہ سے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس شخص نے دوسری طرف سے جاکر پھر کہا۔ کہ یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے۔ پھر بھی آپ نے منہ پھیر لیا۔ پھر اس نے تیسری جانب سے جاکر کہا۔ کہ یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے۔ پھر بھی آپ نے غصہ سے منہ پھیر لیا۔ اس نے چوتھی دفعہ پھر کہا۔ کہ یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ کیا تو دیوانہ ہے۔ یعنی کس طرح ممکن ہے۔ کہ ایک انسان اچھے ہوش میں ایسی بات کرے جو تو کر رہا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ یا رسول اللہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ بہتر ہوتا کہ تو اپنے عیب کو چھپاتا۔ لیکن اس نے اصرار کیا۔ کہ یا رسول اللہ مجھ پر حد لگائیں تب آپ نے فرمایا۔ چونکہ اس نے چار دفعہ قسم کھا کر اپنے پر شہادت دی ہے۔ اب اسے سنگسار کرو۔ بلکہ بعض حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ آپؐ نے اس کو بار بار روکا۔ کہ وہ اپنے اس اعلان سے باز آجائے کیونکہ آپؐ کے نزدیک یہ عقل نہیں بلکہ دیوانگی کا فعل تھا۔ لیکن اس کے اصرار پر آپؐ نے اس کے سنگسار کئے جانے کا حکم دیا۔ مگر جب سنگسار کرتے وقت وہ شخص بھاگا۔ اور لوگوں نے پیچھے جاکر اسے مارا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اظہار افسوس کیا۔ اور فرمایا اس کا بھاگنا ہی اس کا اپنے اقرار سے رجوع تھا۔ پھر تم نے کیوں نہ اُسے چھوڑ دیا۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اک شخص کے اقرار کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنا اور یہ فرمانا۔ کہ کیا تو دیوانہ ہے بتاتا ہے۔ کہ آپؐ نے اس قسم کے اقرار کو دیوانگی قرار دیا ہے اور دیوانگی اسے اس طرح کہہ سکتے ہیں۔ جب کہ یہ شبہ ہو۔ کہ یہ شخص دوسرے کو بدنام کرنے کے لئے اپنے پر الزام لیتا ہے۔ ورنہ اگر یہ امکان نہ ہوتا۔ تو آپ اسے دیوانہ کیوں قرار دیتے۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قسم کے فعل کو عین دیوانگی قرار دیتے ہیں۔ لیکن آج بعض لوگ اس کو فرزانگی قرار دیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے اقرار کو بیحیائی قرار دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ اسے عین حیا اور خدمت دین قرار دیتے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیان کے مطابق دوسرے فریق کو مباہلہ کے لئے نہیں کہا۔ بلکہ صرف اس سے دریافت کیا ہے۔ قسم تک کے لئے بھی نہیں کہا۔ فرمایا عورت سے دریافت کرو۔ اگر وہ تسلیم کرے۔ تو اسے بھی سنگسار کرو۔ ورنہ جانے دو۔ یہ اس شخص کا فیصلہ ہے۔ جس پر خدا تعالےٰ نے قرآن مجید نازل کیا۔ اور جو اس کی عملی تفسیر کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس کے مقابلہ پر آپ کے خیال کو یا ان الزام لگانے والوں کے خیال کو میں کیا وقعت دے سکتا ہوں۔

آپ تو مباہلہ کہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی غیرت کو دیکھو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول قرآن سے پہلے ان سے دریافت کیا۔ کہ سچ سچ بتا دو۔ کہ کیا اس الزام کی کچھ حقیقت ہے۔ تو انہوں نے کہا میں یہ بھی کہنا نہیں چاہتی کہ یہ بات سچ ہے یا جھوٹ۔ یہ ہے وہ انتہائی غیرت جس کی اللہ تعالےٰ نے تائید کی۔ مجھے تو افسوس آتا ہے۔ کہ میں حضرت عائشہؓ کے برابر صبر نہیں دکھا سکا۔ اور مجھے یہ کہنا پڑا۔ کہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ ورنہ اسلام تو ایسے موقعہ پر یہ اجازت دیتا ہے۔ کہ اگر پوچھا جائے۔ تو جس پر الزام لگایا ہے۔ وہ یہ کہہ دے۔ کہ ثبوت لانا تمہارا کام ہے۔ میں تم کو کچھ بھی جواب نہیں دیتا۔

پھر کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس شخص کے اقرار کو کوئی عزت نہ دی۔ جس نے الزام لگانے میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا تھا۔ اور جسے معلوم تھا۔ کہ اس اقرار کے بعد میں سنگسار کیا جاؤں گا۔ وہ سنگسار کیا گیا۔ لیکن آج بعض لوگ ان لوگوں کے بیان کو عزت دیتے ہیں۔ جن کو ایسے اقراروں سے کچھ بھی خطرہ نہیں۔ سوائے بے شرمی کے اور اس کے دائرے سے وہ پہلے ہی نکل چکے ہیں۔ بھلا ان الزام کے لگانے والوں کو ایسے اقراروں سے کس امر کا خطرہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تو ان کو سنگساری کا خطرہ ہوتا تھا۔ پس بظاہر یہ خیال کیا جا سکتا تھا۔ کہ ایسے اقرار پر چونکہ جان کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی شخص جھوٹا اقرار نہیں کریگا لیکن باوجود اس کے ایسے لوگوں کے اقرار کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ عزت نہیں دی۔ کہ اس کی بنا پر اس شخص سے بلا قسم کے دریافت کیا۔ جس پر الزام لگتا تھا۔ لیکن آج بعض لوگ مبائع کہلاتے ہوئے یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ بعض ان لوگوں کے بیان کو جو شرم سے بالکل الگ ہو چکے ہیں ایسی عزت دی جائے۔ کہ اس پر مباہلہ کیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر ایسی صورت میں مباہلہ جائز ہوتا۔ تو وہاں مباہلہ کے لئے کہا جاتا۔ جہاں اقرار کرنے والا اقرار کی صورت میں جانتا تھا۔ کہ میں سنگسار ہو جاؤں گا۔ لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مباہلہ کی تجویز کو پیش نہ کیا۔ اور ایسے اقراروں کو کوئی عظمت نہ دی۔ تو کیا اب شریعت بدل گئی ہے۔ یہ دو نبیوں کا فیصلہ ہے۔ جن میں سے ایک تو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ اور دوسرا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔ اور تیرہ سو سال میں برابر امت محمدیہ اس پر عامل ہو کر ثابت کر چکی ہے۔ کہ یہ فیصلہ اجماع کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک شخص پر بدکاری کا الزام لگایا گیا۔ الزام لگانے والوں میں ایک جلیل القدر اصحابی تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے گواہی لی۔ تو ایک شخص نے گواہی میں نہایت خفیف سی کمزوری دکھائی۔ اور کہا کہ میں نے زنا اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اس پر دوسرے تین گواہ جن میں سے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوبکرؓ تھے۔ انہیں قذف کی حد لگائی گئی۔ اور کوڑے لگائے لگائے۔ کسی نے یہ نہ کہا۔ کہ تین گواہ جن میں سے ایک بڑا اصحابی ہے۔ موجود ہیں۔ جو تھا صرف اس قدر کمزور شہادت دینا ہے کم سے کم الزام لگانے والوں کو کوڑے ہی نہ لگاؤ۔ اور ملزم کو قسم دے لو۔ لیکن مباہلہ کا چیلنج تو الگ رہا۔ ان کو قسم بھی نہ دی گئی۔ بلکہ الزام لگانے والے کو سزا کے علاوہ شہادت سے بھی محروم رکھا گیا اور حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ قرآن کریم کے حکم ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابداً ایسے لوگوں کی شہادت آئندہ کسی امر میں بھی قبول نہ کرنے کے مطابق ان لوگوں کی شہادت آئندہ کسی بات میں بھی قبول نہ کی جائیگی۔ چنانچہ ان کی شہادت پھر قبول نہ کی جاتی۔ اب سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے۔ کہ جن امور پر حدود ہے جن میں زنا شامل ہے قسم اسلام نے جائز ہی قرار نہیں دی۔ چنانچہ تمام اماموں کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ حدود میں قسم نہیں دی جا سکتی کجا یہ کہ مباہلہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی ذات کے متعلق بھی اس پر عمل نہیں کیا۔ نہ پہلے نبیوں میں سے کسی نبی نے کہ ان میں سے کوئی نبی خواہ ہندوستان کا ہو خواہ باہر کا ایسے الزامات سے نہیں بچا۔ کیونکہ ایسے الزامات کا لگانا لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اور ان کو یقین ہوتا ہے۔ کہ ایسے سادہ لوح مل سکتے ہیں۔ جو ایسے الزامات کو جلدی سے قبول کر لینگے۔ غرض اور بہت سے دلائل سے ثابت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ کہ ایک شخص نے اقرار زنا کیا۔ مگر اسکے اقرار کی وجہ سے دوسرے کو قسم تک نہ دی گئی۔

اور تمام علماء کا اتفاق ہے۔ کہ حدود کے بارہ میں قسم دینی جائز ہی نہیں اور نہ اسکی کوئی حقیقت ہے خلفائے اسلام کا عمل بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ قرآن کریم میں جو حضرت یوسف کا واقعہ بیان ہوا ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن کریم کے احکام سے ہر شخص کو یہی فتویٰ معلوم ہوتا ہے۔ پس الفاظ قرآن کریم۔ فتویٰ رسول۔ سنت رسول۔ اور عمل خلفائے رسول اجماع امت کے بعد جو شخص ایک نیا طریق اختیار کرتا ہے۔ اس کی نفسانیت اور شریعت کی بے حرمتی کی وجہ سے میں اس کا تابع نہیں ہو سکتا۔ شریعت ایسے الزام لگانے والے کی گواہی کو ہمیشہ کے لئے نہ صرف اس امر کے متعلق بلکہ دوسرے تمام امور کے متعلق بھی رد کرتی ہے۔ اور یہ بالکل ناجائز اور خلاف شریعت ہے۔ کہ ایسے شخص کے بیان کی وجہ سے جس کے اس بیان کو شریعت رد کرتی ہے۔ اور اس کے دوسرے سب بیانات کو شہادت میں قبول نہیں کرتی مباہلہ کیا جائے۔ اس سے زیادہ شریعت کی بے حرمتی ناممکن ہے۔ اور میں اس سے انکار کرتا ہوں۔ میں اس مطالبہ کو اپنی تو الگ رہی ہر اک شریف انسان کی خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو ہتک سمجھتا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ اس قسم کی باتوں کے کرنے کی بعض لوگوں کو اس لئے جرأت ہوتی ہے کہ وہ جانتے ہیں۔ کہ بوجہ منصب خلافت کے میں ان کے ہتک آمیز سلوک کا جواب نہیں دے سکتا۔ اگر وہ ایسی ہی باتیں کسی دس روپے کے چپڑاسی کے حق میں کہیں۔ تو وہ عدالت میں گھسیٹ کر ان کو مزا چکھادیگا۔ پس وہ اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن چونکہ میرے ہاتھ بندھے ہیں۔ خلافت کے مرتبہ اور اس کی حفاظت کی وجہ سے میں اس طرح اپنی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ جس طرح کہ ایک عام آدمی اپنی عزت کی حفاظت کر لیتا ہے۔ پس اس پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ لیکن اگر انسانی تدابیر سے میں محروم ہوں۔ تو وہ خدا تو جانتا ہے۔ کہ میری دشمنی صرف میرے مقام کی وجہ سے کی جاتی ہے۔

اور اصل وجہ یہ ہے۔ کہ میں لوگوں کے حقوق ان کو دلاتا ہوں۔ اور نادہندوں کو مجبور کرتا ہوں۔ کہ وہ حق دار کو حق دے۔ یا لوگوں کی توقع کے مطابق انہیں ناجائز فائدہ نہیں پہنچاتا۔ اس لئے وہ مجھ سے دشمنی کرتے ہیں۔ اور بعض بے وقوف یا ایسے لوگوں کو جو شیطان کے ہاتھ میں ایک آلہ ہیں اکساتے ہیں۔ اور کچھ ایسے لوگ ہیں۔ جو فریب خوردہ ہیں۔ کہ عقل کی کمی کی وجہ سے یا ان قربانیوں سے ڈرکر جو انہیں میرے ساتھ رہ کر کرنی پڑتی ہیں۔ دوسروں کے دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ مجھ سے شریعت کے خلاف مطالبات کئے جاتے ہیں۔ اور جب میں ان کو پورا نہیں کرتا۔ تو پھر اسے میرے جھوٹا ہونے کا ثبوت قرار دیا جاتا ہے۔ ایسا ہی لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا۔ کہ جب انہوں نے اعلان کر دیا کہ وہ مباحثہ نہیں کرینگے۔ تو جھٹ مباحثہ کی دعوت دیدی اور پھر کہدیا کہ دیکھو مرزا صاحب بھاگ گئے۔ جس امر کو شریعت ناجائز قرار دیتی ہے جس امر کو انسانی شرافت ہتک سمجھتی ہے۔ میں اس کام کو کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ مجھے خلافت کے علاوہ بھی خدا تعالےٰ نے عزت دی ہے۔ ایک معزز خاندان سے پیدا کیا۔ اور میری خاندانی شرافت ایسے کمینہ حملوں کی طرف توجہ کرنے سے مانع ہے۔ اور میرا مذہبی مقام مجھے ان باتوں کا وہ جواب دینے سے منع کرتا ہے۔ جس جواب کے سوا ان حد سے گذرے ہوئے لوگوں کو کوئی اور جواب تسلی نہیں دیا کرتا۔

مگر میں کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے مباہلہ کے سوا صداقت کے پرکھنے کا کوئی اور علاج نہیں رکھا۔ آپ فرماتے تھے۔ کیا پہلے نشانوں سے تم نے فائدہ اٹھا لیا ہے۔ کہ تمہیں اور نشان دکھائے جائیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ کفار جب مانگتے ہیں۔ عذاب مانگتے ہیں۔ کیا رحمت کے نشان نہیں ہیں۔ یہ ان سے کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے کیا خدا تعالےٰ کا ثبوت صرف اس کی عذاب کی صفت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے ملتا ہے۔ اور اس کی صفات بالکل عبث اور ناکارہ ہیں۔ کہ آپ لوگ اسی سے تسلی پا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات کو دیکھو۔ کیا انہوں نے میری تصدیق اور تائید نہیں کی۔ کیا آپ لوگ ان باتوں پر تو ایمان لاتے ہیں۔ جن کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ انہیں قبول کرو۔ لیکن ان باتوں کو رد کرتے ہیں۔ جنہیں خدا تعالیٰ نے قبول کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

آپ لوگ اپنی موجودہ حالت میں ان پیشگوئیوں کو کیا کریں گے۔ جو پہلے انبیاء نے میری نسبت کی ہیں۔ بنی اسرائیل میں پیشگوئی موجود ہے۔ کہ مسیح کے دوسرے نزول کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ یتزوج و یولد له اس پیشگوئی کو دیکھو۔ اور اس کی جو تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی ہے۔ [illegible]

۴م رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ رجال من اهل فارس دین کے مددگار ہونگے۔ اور اس طرح مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ انکی موعود اولاد کو شامل کرتے ہیں۔ لیکن آپ کا رویہ ان پیشگوئیوں کے متعلق کیا ہے۔ آپ کے نزدیک یہ سب لغو اور باطل ہیں۔ اور باوجود ان پیشگوئیوں کے میں خدا تعالیٰ کا مقہور ہوں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ گویا رسول کریم صلعم کو اللہ تعالیٰ نے تیرہ سو سال سے پہلے ایک غلط خبر دی اور ان سے تمسخر کیا۔ گویا بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کی بشارت دی۔ جس کا انجام وہ ہونا تھا۔ جو آپ لوگ چاہتے ہیں۔ نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کو پڑھو۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس زور سے پیش کیا ہے اور اس میں آپؑ کے بعد جو آپؑ کے بیٹے کے خلیفہ ہونے اور اس کے کام کو چلانے کے متعلق خبر ہے اس پر غور کرو۔ آخر کیا وجہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے خلیفہ اول کو تو بیچ میں سے چھوڑ دیا۔ اور بنی اسرائیل اور رسول کریم صلعم اور اولیائے امت نے میرے متعلق پیشگوئیاں کیں۔ اور اسلام کی ترقی کو میرے ساتھ وابستہ کیا۔ اور اس زمانہ کو مسیح موعودؑ کے مشن کو پورا ہونے کا وقت اور ذریعہ قرار دیا۔ کیا یہ سب آپ لوگوں کے دعویٰ کی صحت کی صورت میں ممکن ہو سکتا تھا۔ آپ لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپ کو خلافت سے الگ کریں گے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ ہم اس کے ذریعہ سے اسلام کو دنیا میں روشن کریں گے۔ اب کیا آپ کے دعویٰ کے یہ معنی نہیں۔ کہ آپ مجھے خلافت سے ہٹا کر (جو آپ کے بس کی بات نہیں) اسلام کو ان تمام ترقیات سے محروم کر دیں گے۔ جو میرے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور جن کا اب دشمن بھی اقرار کرتے ہیں۔ مگر کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی وجہ سے پہلے ان تمام پیشگوئیوں کو باطل کر دیگا۔ جو اس نے پہلے اولیاء اور پہلے انبیاء کی معرفت کی ہیں۔

مولوی عمر الدین صاحب سے ہی پوچھو کہ انہوں نے میرے ولایت جانے سے پہلے کسی پچھلے بزرگ کی میری نسبت ایک زبردست پیشگوئی سندھ سے لکھ کر بھیجی تھی جو ایسی واضح تھی۔ کہ مجھے شبہ ہوا۔ کہ کہیں ان کو غلطی نہ لگی ہو۔ مگر آخر اس کی تصدیق ہوگئی۔ کیا اس بزرگ کے زمانہ میں میں موجود تھا۔ کہ میں نے اس سے اپنی تعریف لکھوائی۔ یا کیا یہ شیطان کا کھیل تھا۔ جس نے نعوذ باللہ من ذالک سب نبیوں اور بزرگوں سے ہنسی کی۔

ان پیشگوئیوں کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں اور دعاؤں کو دیکھو۔ کیا حضرت صاحب کا الہام نہیں کہ انی لاجد ریح یوسف میں بھی ایک یوسف کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ کیا آپ نے نہیں لکھا کہ: کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا۔ کیا ہمیں یہ نہیں بتایا۔ کہ آپ کا ایک بیٹا جانشین ہوگا۔ اور پھر اس کے گرد اندھیرا آ جائیگا۔ لوگ اس کے نور کو چھپانا چاہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کے نور کو ظاہر کریگا اور اندھیرے کو اس کے گرد سے دور کر دیگا۔ کیا حضرت مسیح موعودؑ نے نہیں لکھا۔ کہ آپ کے ایک بیٹے کے متعلق لوگ اسی طرح شبہات کریں گے۔ جس طرح نطفہ کی گندگی کے متعلق کئے جاتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے جس طرح نطفہ ان الزامات کی وجہ سے ذلیل نہیں ہوتا۔ بلکہ کامل ہو کر دنیا میں تغیر پیدا کرتا ہے ویسا ہی اس طرح کریگا۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے آپ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے۔ آنکھیں رکھتے ہوئے آپ کیوں سورج کو نہیں دیکھتے۔ اگر آپ نے اس قدر انبیاء اور اولیاء کی پیشگوئیوں سے فائدہ نہیں اٹھایا تو مباہلہ سے آپ کیونکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ کیا پہلوں نے مباہلوں سے فائدہ اٹھایا ہے کہ آپ اٹھائیں گے۔ ہدایت کے لئے تو آیات رحمت آتی ہیں۔ مباہلے تو شریروں کی تباہی کے لئے ہوتے ہیں۔ گو ان سے بھی بعض لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ لیکن اصل ہدایت کا موجب آیات الرحمت ہی ہوتی ہیں۔ جو شخص ہزاروں آیات رحمت سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اس نے ایک آیت غضب سے کیا فائدہ اٹھانا ہے۔ اور جو ہزاروں آیات رحمت کو حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ اسے کیا حق ہے۔ کہ وہ ایک آیت غضب پر ہدایت پانے کی امید رکھے۔ جن لوگوں نے پہلی آیات کو ٹھکرا کر نئی کا مطالبہ کیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ انہوں نے کبھی ہدایت نہیں پائی۔ میرے پورے ہونے والے الہامات اور رویائے نصرتوں سے آپ نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ تو خود اپنی خوابوں سے ہی فائدہ اٹھانا تھا۔ اور اگر ان سے بھی فائدہ اٹھانے کے لئے آپ لوگ تیار نہیں۔ تو آپ کا یہ کہنا کہ ہم فلاں بات سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ایک دھوکہ ہے۔ ایک فریب ہے۔ جو شخص آیات کی موجودگی میں اور نشان مانگتا ہے۔ وہ ہدایت سے محروم رہ جاتا ہے۔ ان ہزاروں نشانوں کے متعلق غور کرو۔ جو میرے لئے ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور خواہ مخواہ ایک خلاف شریعت بات پر زور دیکر اپنے لئے ہدایت کا دروازہ بند نہ کرو۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے مقبرہ میں بلا وصیت دفن ہونے کی ہدایت دے کر اور اسے الہامی قرار دیکر اور اس پر اعتراض کا نام نفاق رکھکر ہمارے اچھے انجام کی شہادت دے دی ہے۔ اس شہادت کو نہ ٹھکراؤ۔ ورنہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کا نام نفاق رکھا ہے۔ آخر سوچو تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ اللہ تعالےٰ نے ایسا کیوں کیا۔ کیا ہمارا دسواں حصہ دینا خدا تعالےٰ کو بُرا لگتا تھا۔ نہیں قربانی سے روکنے کے لئے نہیں۔ بلکہ اس امر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ ہم لوگ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے ہمیں مستثنیٰ کیا ہے۔

اگر مباہلہ جائز ہوتا۔ تو مجھے مباہلے سے عذر نہ ہوتا لیکن انسانیت اور شریعت دونوں اس قسم کے مباہلہ سے روکتی ہیں۔ پس میں اس ناجائز فعل پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر پچھلے نشانات آپ کے لئے کافی نہیں تو کہتا ہوں۔ کہ نفسانیت سے الگ ہو کر خدا تعالےٰ سے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کا سینہ کھول دے۔ اور دعا کرتے چلے جائیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ آپ کا سینہ کھول دے۔ جس طرح عذاب خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔ رحمت بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے آتی ہے۔ پس بجائے عذاب سے ہدایت کی تلاش کرنا جو ناممکن ہے۔ رحمت سے خدا تعالیٰ کی ہدایت طلب کریں۔ کہ ہدایت کا یہی ایک راستہ ہے۔

آخر میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ بعض امور میں مباہلہ جائز بھی ہوتا ہے۔ اگر بعض لوگ بغیر خدا کے غضب بھڑکانے کے تسلی نہ پائیں۔ اور میری اس نصیحت کو قبول نہ کریں۔ کہ خدا سے دعائیں کرو۔ اور اس کی رحمت کو طلب کرو تو پھر یہ کہتا ہوں۔ کہ یہ مسئلہ اس طرح بھی حل ہو جاتا ہے۔ کہ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اور جس کے ہاتھ جزا و سزا ہے اور ذلت اور عزت ہے۔ کہ میں اس کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں۔ اور جو لوگ میرے مقابل پر کھڑے ہیں۔ اور مجھ سے مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ اس کی مرضی اور اسکے قانون کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اگر میں اس امر میں دھوکہ سے کام لیتا ہوں۔ تو اے خدا تو اپنے نشان کے ساتھ صداقت کا اظہار فرما۔ اب جس شخص کو دعویٰ ہو۔ کہ وہ اس رنگ میں میرے مقابل پر آنے پر حق بجانب ہے۔ وہ بھی قسم کھا لے۔ اللہ تعالےٰ خود فیصلہ کر دیگا۔

میں تو پھر بھی یہی کہوں گا۔ کہ اے خدا تو بجائے ان کو سزا دینے کے ان کو ہدایت دے۔ کہ یہ بھی تیرے بندے ہیں۔ میں تیری طرف لوگوں کو لانے کے لئے کھڑا ہوں نہ کہ دور کرنے کے لئے۔ میں تو میں تجھ سے یہی سفارش کروں گا۔ کہ تو ان پر بھی رحم ہی فرما۔ اللھم آمین۔

باقی رہا آپ کا یہ کہنا۔ کہ اب جماعت میں خوب تفرقہ پڑے گا۔ اور لوگ جماعت میں داخل نہ ہوں گے اور چندے نہ آئیں گے۔ سو یہ دعوے پہلے بہت سے لوگوں نے کئے ہیں۔ میں ان کا جواب دینا پسند نہیں کرتا۔ یہ آئندہ کی باتیں ہیں۔ اور خدا کے علم میں ہیں۔ جو اس کی مرضی ہوگی وہ کرے گا۔ اور وہ مرضی انشاء اللہ سلسلہ اور میرے حق میں اچھی ہی ہوگی۔

ایک مطالبہ آپ کا یہ ہے۔ کہ میں خلافت سے دستبردار ہو جاؤں۔ آپ نے یہ نہیں لکھا۔ کہ وہ کون سا شخص ہے جو میری جگہ خلافت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ آپ کے نزدیک اس امر کی کوئی وقعت ہو یا نہ ہو۔ کہ خلافت سے دستبرداری اسلام میں حرام اور ناجائز ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میرے پاس تلوار تو نہیں۔ آپ اپنے آپ کو مجھ سے علیحدہ تصور کرلیں۔ اور اپنے ہم خیالوں کو ملا کر اپنا الگ خلیفہ بنالیں۔ جب میں آپ کے نزدیک خلیفہ ہی نہ رہا۔ تو میرے دستبردار ہونے یا نہ ہونے سے آپ کو کیا تعلق ہے۔ آپ کا فرض ہے۔ کہ جماعت کو بلا خلیفہ کے نہ رہنے دیں۔ اور فوراً اپنے ہم خیالوں میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کرکے اشاعت اسلام کا کام شروع کر دیں۔ اور بجائے لوگوں کو احمدیت سے متنفر کرنے کے فوراً ایک ایسے وجود کو سامنے لائیں جس کی وجہ سے لوگ سلسلہ کی طرف فوراً رجوع کرنے لگیں۔ احمدیت سے جو آپ اخلاص ظاہر کر رہے ہیں۔ وہ تو اس امر کی آپ سے امید کرتا ہے۔ پس اگر میرا خط آپ کی تسلی نہ کرے تو آپ کا اصل فرض یہی ہونا چاہیئے۔ کہ دوسرا خلیفہ کھڑا کر دیں۔ جو اپنے تقویٰ اور نیکی سے دنیا کو اپنی طرف کھینچ لے۔ جو میرا مبایع ہیں۔ ان کو بھی خود بخود ہوش آجائیگی۔ اور آپ کا کام آسان ہو جائیگا۔ لیکن یاد رکھیں کہ خدا کے کام کو کوئی نہیں روک سکتا۔ خدا تعالےٰ میری مدد کرے گا۔ اور میرے ہاتھ پر اسلام کو فتح دیگا۔ درمیانی ابتلاء اس کی سنت ہیں۔ اور میں ان سے نہیں گھبراتا۔ وہ خود سلسلہ کا رکھوالا ہے۔ اور وہ خود اس کی حفاظت کریگا۔ میرا مقابلہ انسان کو دہریت سے دور نہیں رکھے گا۔ خدا تعالےٰ کے اس قدر نشانوں کا انکار ایمان کو ضائع کر دینے کے لئے کافی ہے۔

خاکسار
مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

مستریوں کی کذب بیانی
اور
بابو عبد الحمید صاحب کی پشیمانی

مستریان شتین سیویاں اپنے اشتہاروں میں لوگوں کو یہ دھوکہ اور فریب دے رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ شملہ کے بعض احمدی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بدظن ہوئے۔ اور انہوں نے میاں صاحب سے سوالات کا حل چاہا۔ چنانچہ کھلی چٹھی میں" زاہد اور پہلے اشتہار" میں اس کا بھائی عبد الکریم اور "انکشاف حقیقت" میں اس کا باپ مستری فضل کریم یہی لکھتے ہیں کہ:۔
"ان لوگوں نے جو شملہ میں رہنے والے ہیں۔ بمقام شملہ جب کہ آپ (میاں صاحب) بھی وہیں مقیم تھے۔ ان اہم سوالات کا حل کرنا ضروری خیال کیا"

جس سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ مستری خاندان قادیان تو صرف مذبذب اور مشکوک ہی تھے شملہ والے خدا جانے کتنے لوگ ایسے یقین کامل پہنچ گئے۔ کہ وہ ان سوالات لاینحل کا حل کرانے پر بیقرار تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس سے مقصود یہ ہے۔ کہ لوگوں کو یہ خیال نہ ہو کہ زاہد صاحب ہی تو لی کبرہ منہم کے مصداق ہیں۔ بلکہ کثیر جماعت ان جیسی پاکیزہ خیال شملہ میں بھی موجود ہے حالانکہ یہ سراسر غلط اور جماعت شملہ پر افترا ہے۔ جماعت شملہ کے مبایعین میں ایک شخص بھی ان کے ساتھ نہیں۔ ورنہ نام بتائیں۔

امر واقعہ یہ ہے۔ کہ بابو عبد الحمید صاحب جو شملہ میں ملازم تھے۔ وہ مستری عبد الکریم برادر زاہد کے ہمرنف ہیں۔ ستمبر ۱۹۲۷ء میں یہ دونوں بھائی شملہ پہنچے۔ تو انہوں نے پہلے بابو عبد الحمید صاحب اور بابو غلام احمد صاحب کو جو دفتر آب وہوا شملہ میں ملازم تھے۔ بڑی چالبازیوں اور افتراؤں اور فریبوں سے متاثر کیا۔ اور وہ دونوں ابتلاء میں آ گئے۔ بجز ان دو کے اور کوئی شخص جماعت شملہ کے مبایعین سے ان کے دام فریب میں نہ پھنسا۔ ان دونو بابو عبد الحمید و بابو غلام احمد صاحبوں میں سے صرف ایک بابو عبد الحمید صاحب ہمرنف مستری عبد الکریم نے ہی عبد الکریم اور زاہد کی انگیخت سے جوش میں آکر بعض خطوط حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کو لکھے۔ جن کے جواب میں حضور نے بابو عبد الحمید صاحب کو شملہ سے واپس آکر مندرجہ بالا مفصل خط تحریر فرمایا۔ جس کے شروع میں یہ لکھا کہ "مجھے افسوس ہے۔ کہ آپ نے صبر سے کام نہیں لیا۔ اور وہ طریق اختیار کیا ہے۔ جسے گو آج جوش میں صحیح سمجھتے ہوں۔ لیکن ایک دن اس پر آپ کو افسوس ہوگا۔ خدا کرے کہ وہ افسوس اس وقت پیدا ہو۔ جبکہ افسوس نفع بخش ہو سکے"

اس خط کے پہنچنے سے چند دن بعد بابو عبد الحمید صاحب اور ان کے دوست بابو غلام احمد صاحب شملوی خدا کے فضل سے ہدایت یاب ہوئے۔ اور معافی نامہ لکھ کر بحضور حضرت صاحب ارسال کر دیا۔ میں نے فاروق تحفہ مستریان بذریعہ رجسٹری بابو عبد الحمید صاحب کو حسب تحریک مولوی عمر الدین صاحب شملوی بابو صاحب ارسال کر کے ساتھ ہی ایک خط لکھا۔ کہ آپ اس مضمون کو پڑھ کر اطلاع دیں۔ کہ آپ کا کوئی اعتراض تو باقی نہیں رہا۔ بابو عبد الحمید صاحب آج کل پونہ میں ہیں۔ وہاں سے میرے نام ان کا مندرجہ ذیل خط مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۸ء واقعہ ۱۷ نومبر کو پہنچا تھا۔ جس کو میں ناظرین فاروق کی واقفیت کے لئے اور خاص کر فضل کریم اینڈ کو مستریان کی زبان بندی کے واسطے بلفظہ شائع کرتا ہوں۔ اللہ تعالے بابو صاحب موصوف کو استقامت بخشے۔ اور بیش از بیش اخلاص عطا فرمائے۔ آمین (ایڈیٹر)

بابو صاحب کا خط آگے درج کیا جاتا ہے۔

بابو عبد الحمید صاحب کا خط از پونہ

ایڈیٹر صاحب فاروق۔ السلام علیکم

"آپ کا نوازشنامہ اور اخبار فاروق کا تحفہ نمبر ملا۔ پڑھ کر از حد خوشی ہوئی۔ اللہ تعالے آپ کو جزا خیر دے۔ مجھے ازحد افسوس ہے۔ کہ یہ لوگ (مستری فضل کریم وغیرہ) میرا نام کیوں ابھی تک لئے جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ سوائے میرے اور برادرم غلام احمد کے (جن کا خط قبل ازیں مستریوں سے بیزاری کا فاروق میں شائع ہو چکا ہے۔) شملہ میں کوئی نہیں تھا۔ جو اس سازش اور فتنہ میں حصہ لیتا تھا۔ لہذا میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ شملہ میں خدا کے فضل سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے۔ جس کو حضرت خلیفۃ المسیح کی ذات پر اب کوئی اعتراض ہو۔ مجھے جو اعتراض تھے وہ صاف ہو گئے تھے۔ مجھے حضرت صاحب نے معاف کر دیا تھا۔ افسوس ہے۔ کہ اس کا اعلان نہیں کیا گیا۔ "پیغام حق" (مستریوں کے اخبار) سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مولوی عبد الکریم اور دیگر صاحبان (مستری خاندان) احمدیت سے ارتداد کر چکے ہیں۔ اللہ تعالے کا احسان ہے۔ کہ اس نے محض اپنے فضل سے مجھے بچا لیا۔ ورنہ میں بھی اسی گڑھے میں گرا ہوا تھا جس میں یہ لوگ اس وقت ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

مولوی عبد الکریم صاحب کہتے تھے۔ کہ وہ احمدیت کو کبھی خیرباد نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ احمدیت کی خاطر انہوں نے گھر چھوڑا۔ بار چھوڑے حتیٰ کہ ساری دنیا چھوڑ دی۔ اور قادیان آکر بس گئے۔ لیکن نتیجہ دیکھئے۔ تو اس سے ہر ایک انسان کو یقین ہو سکتا ہے کہ احمدیت انہوں نے کبھی حاصل کی ہی نہیں تھی۔ جس شخص نے احمدیت کے روشن چہرے کو ایک دفعہ سچے دل سے دیکھ لیا ہو۔ وہ کبھی اس طرح بھٹک نہیں سکتا۔ میں تو چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالے ان پر رحم کرے۔ اور پھر راہ راست پر ان کو لے آوے۔ آمین ۔

آپ بھی ان کے لئے دعا کریں۔ آخر وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ احمدیت سے انہیں بغض نہیں۔ مگر کاموں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ زبانی بات ہے۔ حضرت صاحب کی خدمت میں میرا باادب سلام عرض کریں مشکور ہوں گا۔" والسلام

(عبد الحمید از پونہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۸ء)

فاروق:۔ لو مستریوں انہیں بابو عبد الحمید صاحب کو تم نے اپنا قوت بازو بنا کر لوگوں کو یہ دھوکہ دے دکھا تھا۔ کہ شملہ کی جماعت میں سے لوگوں کو شبہات پیدا ہوئے۔ اب بتاؤ کہ شملہ کی جماعت میں سے کون شخص ہے۔ جو تمہارا شریک کار ہے۔ شرم کرو اور خدا سے ڈرو۔ ابھی وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ تواب الرحیم ہے۔ وہ توبہ قبول کرے گا۔ سمجھ جاؤ۔ ورنہ پچھتاؤ گے ۔

ہستی باری تعالیٰ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی وہ معرکۃ الآراء تقریر جو حضور نے سالانہ جلسہ ۱۹۲۱ء پر بیان فرمائی۔ قیمت عمر

قتل مرتد اور اسلام حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے۔ کی وہ زبردست تصنیف جس میں قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے تمام ان مدعیان اسلام کی تحریروں کی تردید کر دی ہے۔ جو مخالفین سلسلہ نے اپنی جہالت سے اسلام میں مرتد کی سزا قتل کے ثبوت میں شائع کی تھیں۔ جس کا جواب نہ فرنگی محلی نہ دیوبندی نہ گڑھ آبادی اور نہ کوئی دوسرا دے سکا۔ ہر ایک احمدی کو اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ قیمت عمر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک احمدی ڈاکٹر

اور

آریہ پنڈت کا مکالمہ

گزشتہ سے پیوستہ

اب منقولی بحث کی طرف توجہ فرمائیں۔ ہمارے اس عقیدہ کا کہ رُوح و مادہ خدا نے پیدا کیا ہے وید بھگوان بھی مصدق ہے۔ اور تائید کرتا ہے۔

حوالہ:۔ رگوید آدی بھاش بھومکا باب سرشٹی اتپتی۔ جب ذرات سے مل کر یہ دنیا نہیں بنی تھی۔ ۔۔ ۔۔ اس وقت اکاش بھی نہیں تھا۔ نیز ستیارتھ اردو صفحہ ۲۲۶ سوامی جی لکھتے ہیں۔ کہ روح اور مادہ کے ٹھہرنے کا مقام اکاش ہے۔ اور مکین کے لئے مکان کا پہلے ہونا لازمی قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ستیارتھ باب ۸۔ سوال۔ پہلے زمین پیدا ہوئی یا انسان۔ جواب پہلے زمین کیونکہ ٹھہرنے کے لئے پہلے مکان کا ہونا ضروری ہے۔

اس عبارت سے نتیجہ نکلا۔ کہ وید بھگوان فرماتا ہے کہ ایک وقت تھا ۔۔ ۔۔ ۔۔ کہ اکاش بھی نہ تھا۔

نتیجہ۔ جب اکاش نہ تھا۔ تو رُوح و مادہ بھی جو اس مکان کے مکیں ہیں۔ جو اس مکان کے بغیر قائم نہیں ہو سکتے۔ وہ بھی موجود نہ تھے۔ پس اب رُوح مادہ اور اکاش موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ خدا نے ان کو نیست سے ہست کیا ہے۔

ازالہ۔ کوئی آریہ سماجی کسی کو مغالطہ دینے کے لئے یہ نہ کہہ دے۔ کہ اس جگہ مہا پرلے کا بیان ہے کہ وہاں ایسا نہیں تھا۔ مطلق نیستی کا ذکر نہیں۔ کیونکہ ہر ایک دنیا سے پہلے اور بعد اس دنیا کی حالت تبدیل و تغیر ہو جاتی ہے۔ یہ ایک مغالطہ ہے۔ یاد رہے کہ ستیارتھ میں سوامی جی پرلے اور مکتی کے بیان میں فرماتے ہیں۔ کہ مہا پرلے اور مکتی میں جیو۔ مادہ اور اکاش نیست نہیں ہوتے۔ بلکہ مادہ میں تغیر ہوتا ہے۔ اکاش اور روح متغیر و نیست نہیں ہوتے۔ لیکن وید بھگوان کہتا ہے۔ کہ اکاش تھا ہی نہیں۔ جو کہ مطلق نیستی بیان کرتا ہے۔

حوالہ دوم۔ رگوید آدی بھاش بھومکا۔ باب سرشٹی اتپتی۔ اس دنیا کے بننے سے پہلے اس کی سامگری موجود تھی (ایک دفعہ ایک غیر احمدی مناظر نے آریہ مناظر کے سامنے حوالہ پیش کیا۔ کہ ویدوں میں آتا ہے۔ خدا نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ یعنی نیست سے ہست کیا ہے۔ پہلے دنیا موجود نہ تھی۔ اس پر آریہ مناظر نے جھٹ یہ حوالہ پیش کر دیا۔ کہ وید میں لکھا ہے۔ کہ اس دنیا کے بننے سے پہلے اسکی سامگری (سامان مصالحہ و مواد) موجود تھی۔ اور یہ رُوح اور مادہ کا ذکر ہے۔ پس دنیا نیست سے ہست نہ ہوئی۔ بلکہ ان اشیاء کو ملا کر وجود میں لائی گئی۔ غیر احمدی مناظر کوئی جرح نہ کر سکا۔ لیکن ہم بتاتے ہیں۔ کہ اس کی اصل تشریح کیا ہے۔ جو دوسرا منتر کرتا ہے۔ عبدالرحمٰن)

دوسری جگہ اسی باب میں لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ دنیا وغیرہ کچھ بھی نہ تھی۔ لیکن اس دنیا کے بنانے کی سامگری موجود تھی۔ وہ سامگری اس پار برہم پرمیشور کی اننت شکتی (لامحدود طاقت وقدرت) ہے جس سے یہ دنیا بنی۔ اس سے یہ ثابت ہوا۔ کہ دنیا کے وجود میں لانے کا موجب قدرت الٰہی ہے۔

اب آپ وید بھگوان سے پوچھیں۔ کہ وہ قدرت دنیا کے وجود میں لانے کی کس طرح باعث ہوئی وہ خود جسم بن گئی۔ یا اس نے باہر سے یعنی نیست سے ہست کیا۔ بہرحال یہاں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ روح و مادہ نیست تھے۔

حوالہ سوم۔ باب سرشٹی اتپتی بھومکا۔ ایشور نے زمین کو پانی سے۔ پانی کو ہوا سے ہوا کو آگ سے اور گھاس پر نیست سے لیکر پرکرتی تک کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ پرکرتی سو سامرتھ آنچے وشونگ۔ سر دنگ کرما۔ یعنی پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ اسی لئے اُسے وشو کرما یعنی خالق کل کہتے ہیں۔

پس ان حوالہ جات سے ثابت ہے۔ کہ ایشور نے روح و مادہ کو نیست سے ہست کیا ہے۔ یہ ازلی نہیں ہیں۔ یہی اسلام بتاتا ہے اور یہ خدا کی کمال قدرت کا اظہار ہے۔ اب آپ کو انکار کی گنجائش نہیں۔

مطالبہ۔ ہاں آپ سے ایک مطالبہ ہے۔ کہ آپ کوئی وید منتر پیش کریں۔ جس میں ایک ساتھ ایشور جیو۔ پرکرتی۔ تینوں کا ذکر ہو۔ کہ یہ ازلی ہیں تاکہ آپ کا دعویٰ ثابت ہو۔ ورنہ وید نے ہماری تائید کی ہے۔ اور ثبوت میں مَیں نے وید کے حوالہ پیش کر دیئے ہیں۔

ہاں آپ نے ایک سوال کیا ہے۔ کہ خدا نے کس طرح بنایا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ کسی فعل کے متعلق یہ بتانے کے لئے کہ یہ کس طرح کیا یا کیا جاتا ہے۔ دو حالتوں میں سے کسی ایک حالت کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل کوئی فعل کسی کے سامنے کیا جائے۔ تاکہ دیکھنے والا دیکھے۔ کہ یہ کس طرح کیا گیا ہے۔ سو آپ بھی مانتے ہیں۔ کہ ایشور دنیا کو پیدا کرتا ہے۔ اور ہم بھی مانتے ہیں۔ لیکن آپ اور ہم دونو اس بات کے بیان کرنے سے قاصر ہیں کہ وہ کس طرح بناتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ بتا سکتے ہیں۔ کہ وہ اپنی قدرت سے بناتا ہے۔

دوم۔ دوسرے وہ شخص بتا سکتا ہے۔ جو کوئی خود کام کرتا ہو۔ مَیں اور آپ دنیا بنانے کا فعل نہیں کرتے۔ اس لئے کسی طرح بتانے پر روشنی نہیں ڈال سکتے۔ پس خدا ہی خلق کرتا ہے ہم نے نہ تو خلق کرنے کو دیکھا۔ اور نہ ہی خود خالق ہیں۔ اس لئے اصولاً عقلاً اس سوال کا یہی جواب ہے۔ کہ خالق ہی جانتا ہے۔ کہ وہ کس طرح کام کرتا ہے۔

رُوح کا ابدی ہونا

آپ نے فرمایا۔ کہ آپ رُوح کو ابدی مانتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابدی تبھی ہو سکتی ہے۔ جبکہ ازلی بھی ہو۔ جواب یہ بات ہمارے مسلمات کے خلاف ہم یہ مانتے ہیں کہ روح اپنے ذاتی یا صفاتی خاصہ کے تقاضا سے ابد تک نہیں رہ سکتی۔ بلکہ وہ خالق جو اُسے نیست سے ہست کرنے پر قادر ہے۔ وہ اسے اپنی مرضی سے ابد تک رکھتا ہے۔ اور یہ روح کے محدود مقید اور حادث ہونے کے خلاف نہیں۔ بلکہ ایک ثبوت ہے۔ کہ روح قائم بالذات نہیں۔ میں نے آپ کے تمام سوالات کے جواب دیدیئے ہیں۔ اور بہت تسلی بخش۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ آپ مجھ سے متفق ہو جائینگے۔

معززین۔ اس وقت پر ڈاکٹر صاحب بولے۔ کہ پنڈت جی کام کرنے کے متعلق کس طرح کرتا ہے۔ انہوں نے خوب جواب دیا ہے۔ اس میں آپ اور یہ دونوں ہی یکساں ہیں۔ باقی روح کے ابدی ہونے کے متعلق بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ اس سے روح کا اپنی ذات سے ابدی ہونا نہیں ٹھہرتا ہے۔ جس سے روح پیدا شدہ ہی رہتی ہے اور انہوں نے روح و مادہ کے مخلوق ہونے کے متعلق وید (؟) سے حوالے دیئے ہیں۔ بات صاف ہے۔ اب آپ فرمائیں؟

پنڈت جی۔ مجھ سے مخاطب ہو کر آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ آپ کو بڑے حوالے یاد ہیں۔ وید میں ایک جگہ سدا آہا کا ذکر آتا ہے۔ کہ دنیا سے پہلے سدا آہا موجود تھا۔ اور سدا آہا پرکرتی کو کہتے ہیں گویا پرکرتی ازل میں موجود تھی۔

ڈاکٹر گوکل چند صاحب۔ اس سے تو پنڈت جی وید میں کنٹراڈکشن Contradiction اختلاف پایا گیا۔ ایک جگہ تو یہ کہا۔ کہ روح و مادہ نہ تھے۔ صرف ایشور ہی تھا۔ آکاش بھی نہیں تھا۔ ایشور کی اننت شکتی میں دنیا کی سامگری ہے۔ اور ایک جگہ یہ فرمایا کہ پرکرتی موجود ہے اسے حل کریں۔

احمدی۔ ڈاکٹر صاحب آپ پنڈت جی کو اپنی تقریر کر لینے دیں۔ ابھی تک سدا آہا کی بھی حقیقت بیان کر دیتا ہوں۔ سدا آہا پرکرتی کا نام ہرگز نہیں۔ اگر ہے۔ تو وید میں اختلاف ہے۔ اور سوامی جی نے لکھا ہے۔ کہ پاگلوں کی باتوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ یہ وید پر ایک اور حملہ ہے۔ دراصل سدا آہا سے مراد بھی وہی اننت شکتی ہے۔ جسے وید نے دوسری جگہ بیان کیا ہے۔

پنڈت جی۔ اب میں بحث کو ختم کرتا ہوں۔ معززین کے سامنے پنڈت جی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ کہ میں نے تو آپ کو معمولی آدمی (مراد معمولی واقفیت والا آدمی) سمجھ کر بحث شروع کی تھی آپ تو مجھ سے بھی زبردست نکلے اپنے مذہب کے علاوہ ہمارے مذہب کی بھی کمال واقفیت رکھتے ہیں۔ میں آپ سے گفتگو کر کے بہت خوش ہوا ہوں۔ آپ ایک لائق مناظر اور عالم ہیں۔

احمدی۔ میں نے عرض کیا۔ پنڈت جی ابھی تک وقت ہے۔ کہ میں آپ کے مذہب کے متعلق سوالات کروں۔ لیکن پنڈت جی نہ مانے۔ آخر بحث کو ختم کرنے پر زور دیا۔ آخر میں پنڈت جی نے اقرار کیا۔ کہ اسلام نے خدا کے متعلق واقعی بہت عمدہ تعلیم دی ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ مکالمہ احقاق حق کے ساتھ خوش اسلوبی سے سر انجام پایا۔ جس سے حاضرین پر بہت ہی اچھا اثر پڑا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

تحفہ مستریان

مستریان یعنی [illegible] کے ذریعہ اہل پیغام و دیگر دشمنان اسلام نے سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اس کے امام کے خلاف اپنی پوری کوشش صرف کر دی ہے اور مستریوں کے نام سے ایسے اشتہارات اور اخبارات شائع کرائے ہیں۔ جن سے بعض کمزور اور ناپاک فطرت لوگوں پر اثر ہونے کا احتمال ہے۔ پہلے تو کچھ اشتہار مستریوں نے شائع کئے۔ پھر ایک اخبار پیغام باطل نکالا۔ جو چند دن میں ہی نامراد ہو کر اپنی موت مر گیا اس کے بعد ایک دوسرا غلاظت کا چھیچھڑا "مباہلہ" نام کا ماہوار اخبار جاری کیا۔ جو وہ بھی سسک کر دم توڑ رہا ہے۔ لیکن اس کی غلاظت پھیلانے میں مستریوں اور ان کے حامیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے اور مستریوں کا یہ کیڑا طاعونی جراثیم کی طرح بکثرت بیرونجات میں پہنچ رہا ہے۔ اس متعدی مرض کے لئے خدا کے فضل سے ایسا انجکشن (ٹیکہ) تیار ہو گیا ہے جس کی ایک پچکاری سے "مباہلہ" کے تمام زہریلے کیڑے فنا ہو جاتے ہیں۔ اور اس ٹیکہ کا نام "تحفہ مستریان" ہے۔ جس میں مستریوں کے تمام اشتہارات اور اخبارات اور اعتراضات و الزامات کے تحقیقی اور صحیح جوابات عقلی و نقلی قرآن و حدیث و اقوال مسیح موعود علیہ السلام اور افعال انبیاء کرام سے مکمل مفصل مدلل درج کر دیئے ہیں۔ چونکہ مستریوں کے مرض متعدی سے بعض سادہ لوحوں کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا۔ کہ "تحفہ مستریان" کو بغرض تقسیم نہایت ہی تھوڑی قیمت پر جو اصلی لاگت سے بھی کسی قدر کم ہے۔ فروخت کیا جائے۔ لہذا بیرونی احباب کو چاہیئے۔ کہ جہاں جہاں "مباہلہ" وغیرہ مستریوں کے اخبار و اشتہار پہنچے ہیں۔ وہاں وہاں خاص طور پر "تحفہ مستریان" کی کاپیاں حسب حیثیت منگا کر مفت تقسیم کریں۔ اس کی اصلی قیمت ۵ ر ہے۔ لیکن اب بغرض تقسیم مفت صرف ۲ ر کر دی ہے۔ ایک سو جلد کی قیمت بارہ روپیہ آٹھ آنہ۔ علاوہ محصولڈاک۔ احباب بہت جلد وی پی منگا کر لوگوں میں تقسیم کر کے ثواب حاصل کریں۔ نوٹ:۔ ایک روپیہ سے کم کا کوئی وی پی نہ ہوگا۔ ایک نسخہ کے واسطے ۲ ر کے ٹکٹ بھیجیں۔ اور احمدیہ انجمنیں کافی تعداد میں منگا کر تقسیم کریں۔

ملنے کا پتہ:۔ (مینیجر دفتر فاروق قادیان۔ پنجاب)

(زیر اہتمام [illegible] پرنٹر پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر فاروق منزل سے شائع ہوا)